# نبوت

حافظ عباد اللہ

حضرت شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا الجزو الاول میں فرماتے ہیں۔

"پیش اہلِ حق نبوت مکتسب نیست کہ بریاضتِ نفسانیہ وبدنیہ آنرا تواں یافت ونہ امری است جبلی کہ نفسِ پیغمبر را نفسِ قدسیہ آفریدہ اند"

لیکن اسکے ساتھ یہ بات واضح رہے کہ جس بشر کو اللہ تعالیٰ نبوت کا خلعت عطا فرماتا ہے، وہ اُس کا سزاوار ضرور ہوتا ہے۔ اور اس میں خلعت نبوت کو پہننے کی قدرتی صلاحیت اور استعداد ہوتی ہے۔ چنانچہ مقام المحمود میں اس نکتہ کی صراحت کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

"ہر کسی کام کو سرانجام دینے کے لئے پہلے اس کام کے کرنے کی استعداد ہونی چاہیئے اسی طرح ایک نبی جس کو نبوت کا کام سرانجام دینا ہے اس کے اندر نبوت کی استعداد کا ہونا ضروری چیز ہے۔ اور یہ استعداد وہبی ہوتی ہے۔ جو کسب سے حاصل نہیں ہو سکتی۔"

انبیاء کے ظہورِ قدسی سے پہلے دنیا کے اخلاقی تمدنی معاشی سیاسی اور مذہبی نظام کا دگرگوں ہونا ایک ناگزیر امر ہے۔ جس طرح درخت کی ٹہنیوں کو خزاں کے تند و تیز جھونکے بے برگ و بار کر دیتے ہیں تو پروردگار عالم بادِ بہاری کو وجود بخشتا ہے۔ اور وہ انہیں انواع و اقسام کے پھولوں سے مالا مال کر دیتی ہے بعینیہ جب کبھی انسان کفر کی تیرہ و تار وادی میں گم کردہ راہ ہوتا ہے تو غیرتِ حق جنبش میں آتی ہے اور آفتاب نبوت کی شعاعیں اس عالم کے ذرّہ ذرّہ کو منوّر کر دیتی ہیں۔ تاکہ انسان اللہ کی پسندیدہ راہ اختیا

کرے جس پر کہ انسانیت کا دارومدار ہے۔

مشکوٰۃ نبوت سے جو نور ہدایت ابلتا ہے اس کا سرچشمہ وہ عالم حقیقت ہے جس کے عرفان سے انسان قاصر ہے۔ اولیاء و اصفیاء نور ربّانی کو بواسطۂ نور نبوّت حاصل کرتے ہیں جس طرح ظلمتِ شب میں تاروں کی جھلملاہٹ کچھ نہ کچھ روشنی پیدا کر دیتی ہے لیکن طلوع آفتاب کے وقت اس کی ضیا پاشی کے سامنے ان کا نور مدہم پڑنے لگتا ہے اسی طرح اولیاء و اصفیاء کا سلسلہ بھی کسی نہ کسی حد تک کفر کی تاریکی کو کم کرتا ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کا ظہور کچھ اور ہی کیفیت لئے ہوتا ہے ان کی آمد سے کائنات کی سوگوار بستی حقیقی مسرتوں سے مالا مال ہوتی ہے اور تمام عالم جگمگا اٹھتا ہے۔

غرض جس طرح آفتاب کی روشنی جب کسی شفاف چیز پر پڑتی ہے، تو وہ اپنا پورا جلوہ دکھاتی ہے بجز سیاہ شیشے کے جو اپنی سیاہی کی وجہ سے محروم رہتا ہے بعینہٖ انبیاء علیہم السلام کی ہدایت قلب مصفّا کا واسطہ تلاش کرتی ہے۔ جن لوگوں کے دل سیاہ و تاریک ہوتے ہیں انہیں اشارات و ہدایات قدسیہ سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اگرچہ بعثت انبیاء کے اجمالی اسباب کا ذکر کیا ہے۔ لیکن انہوں نے اس بات سے بھی آگاہ کیا ہے کہ ان اسباب کا صحیح علم سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی اور کو نہیں ذیل میں ہم نبوت کے متعلق صوفیاء کرام و حکما کا مسلک واضح کریں گے۔ جن سے شاہ صاحب نے اختلاف کیا ہے اوّل الذکر کے نزدیک نبوّت وہبی ہے۔ لیکن موخر الذکر اسے کسبی خیال کرتے ہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نبوت نہ کسبی ہے اور نہ وہبی بلکہ خاص موقعوں پر نیک بندوں میں سے ایک کو عنایت کی جاتی ہے۔

## صوفیاء کا موقف

صوفیا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، نبوّت کو سر تا سر وہبی تصوّر کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا کیا۔ جو حضرت آدم سے منتقل ہوتا ہوا رسول اللہ صلعم پہ مکمل طور سے ظاہر ہو گیا۔ اس طرح نبوّت کا تصوّر ان کے ہاں وہبی ہو کر رہ گیا ہے۔ وہ اپنے اس خیال کی تائید میں عموماً یہ حدیث بطور شہادت پیش کرتے ہیں "انا من نور اللہ والمومنون من نوری"، کہ میں اللہ کے

نور سے ہوں اور سارے مومن میرے نور سے ہیں۔ ؎

خورشید آسمان ظہورم عجب مدار
ذرات کائنات اگر گشت مظہرم

صوفیاء کا عقیدہ ہے کہ حق اور خلق کے مابین نبی اکرم صلعم ہی کا توسط ہے۔ خلق کی حقیقتیں آپؐ کی ہی حقیقت سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور خلق کا وجود آپؐ کے وجود سے نکلا ہے۔

## حکماء کا نظریۂ نبوّت۔

صوفیاء کے نزدیک چونکہ نورِ نبوّت انبیاء میں پیدائش سے موجود ہوتا ہے لہذا ملکۂ نبوت وہبی ہے حکماء کے نزدیک ملکۂ نبوّت وہبی نہیں بلکہ کسبی ہے۔ امام غزالیؒ المنقذ من الضلال میں فرماتے ہیں۔ نبوّت پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ یہ اقرار کیا جائے کہ عقل سے بالاتر ایک مقام ہے جس میں آنکھ کھل جاتی ہے اور اس کے ذریعہ سے خاص خاص مدرکات کا ادراک کیا جاتا ہے۔ اور عقل ان مدرکات کے ادراک سے ایسی ہی عاجز ہے جیسے کان رنگوں کے ادراک سے۔

اس خیال کی مزید تصریح فرماتے ہوئے امام صاحب لکھتے ہیں " نبوّت کا یقین اسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے۔ جس کو خود نبوت کا مقام حاصل ہو۔ یا جو نفسِ قدسی رکھنے کے باعث مابعد الطبیعی حقائق کو معلوم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو اس کا ذوق نہیں دیا گیا ہے وہ نبوّت کی حقیقت کے سلسلہ میں بجز نام کے اور کسی چیز کا ادراک ہی نہیں کر سکتے۔"

ذوقِ ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی

یہاں یہ بات واضح رہے کہ امام صاحب نے جو کچھ لکھا ہے نبوّتِ عامہ کے متعلق لکھا ہے نبوّت تشریعی ان کے نزدیک ختم ہو چکی ہے۔ لیکن بایں ہمہ امام ابن تیمیہ نے مجموعہ الفتاویٰ و بعض دیگر تصنیفات میں امام غزالی پر نکتہ چینی کی ہے کہ وہ فلسفہ سے مرعوب ہو کر وحی اور نبوّت کے باب میں ایسی باتیں لکھ گئے ہیں جو قرآن و حدیث کی تصریحات کے سراسر خلاف ہیں حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام چونکہ اصحابِ شریعت ہوتے ہیں اس لئے منصب نبوّت انہیں کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلعم

کے بعد کسی شخص کا نبی ہونا متصور ہی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے نبوّت عامہ کا مفہوم "ولایت" کے سوا کچھ نہیں۔ امام غزالیؒ یا مولانا روم کا مطلب نبوّتِ عامہ سے ولایت ہی ہے۔ مثلاً مولانا روم کا یہ شعر ملاحظہ ہو۔

فکر کن در راہِ نیکو خدمتے
تا نبوّت یابی اندر اُمتے

(مثنوی دفتر پنجم ص۱۲۸)

یعنی تو خلق خدا کی خدمت کرتا کہ امت میں رہتے ہوئے نبوت پا جائے۔ ظاہر ہے محض خلق خدا کی خدمت کرنے سے مقام نبوت حاصل نہیں ہو سکتا۔ نبوت کے تقاضے کچھ اور ہی ہوا کرتے ہیں۔ یہاں مولانا روم کا مطلب نبوت نہیں بلکہ ولایت ہے۔ اسی طرح مثنوی کے دفتر پنجم صفحہ ۷۶ پر فرماتے ہیں۔

چوں بدادی دستِ خود در دستِ پیر
پیر حکمت کو علیم است و خبیر
کو نبیِ وقتِ خویش است اے مرید
زاں کہ زو نورِ نبی آمد پدید

یعنی جب بیعت کے وقت تو اپنا ہاتھ اپنے پیر کے ہاتھ میں دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کے رموز سے پوری طرح باخبر ہے۔ اور اس کے لئے وہ اپنے وقت کا نبی ہے کیونکہ نبی کریم کا نور اس کے ذریعہ سے ظاہر ہوا۔

ظاہر ہے یہاں بھی نبوت کے معنی ہرگز اصلی معنوں میں نہیں لئے جا سکتے۔ مولانا نے پیر کامل اور آنحضرت صلعم کے درمیان جو حدِّ فاصل ہے بڑی وضاحت سے بیان کر دی ہے۔ اس لئے کسی پیر کو نبی کہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اسی طرح شیخ اکبر فتوحاتِ مکیہ جلد دوم باب ۷۳ صفحہ ۸۲ میں لکھتے ہیں کہ نبوّت مخلوقات میں قیامت تک جاری ہے۔ گو کہ شریعت کے لحاظ سے وہ ختم ہو چکی ہے اور شریعت نبوّت کے حصوّں میں سے ایک حصہ ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا الہام دنیا سے بند ہو جائے۔

کیونکہ اگر وہ بند ہو جائے تو دنیا کی روحانی غذا ختم ہو جاتی ہے اور روحانی وجودوں کے زندہ رہنے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا۔

محی الدین شیخ اکبرؒ نے خود ہی یہ بات واضح کردی ہے کہ نبوت شریعت اور نزول وحی سے عبارت ہے۔ جب اس کے دونوں اجزاء میں سے ایک جز باقی رہ جائے تو اسے نبوت کے معنوں میں نہیں بلکہ ولایت کے معنوں میں سمجھنا چاہیئے۔ سیّد عبدالکریم جیلی نے اس امر کی مزید تصریح فرمائی ہے لکھتے ہیں۔

نبوّت تشریعی کا حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد بند ہو گیا اور اس وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین کہلائے کیونکہ وہ مکمل تعلیم لیکر آئے تھے۔

( الانسان الکامل باب ۳۶ صـ۶۹ )

غرض جن لوگوں نے نبوت کو کسبی خیال کیا ہے۔ انہوں نے نبوّت کے معنی یقیناً ولایت کے لئے ہیں ورنہ مقام نبوّت ایک ایسا مقام ہے جسے اب کوئی حاصل کر ہی نہیں سکتا۔

جب حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ نبوّت نہ سرتاسر کسبی ہے نہ سرتاسر وہبی تو ان کا مطلب فقط اس قدر ہے کہ نبوّت اللہ تعالےٰ اپنے نیک بندوں میں سے جسے چاہے وقت مقررہ پر عطا کرتا ہے۔ لیکن چونکہ نبوّت تشریعی کا دروازہ بند ہو چکا ہے نبوّت عامہ کے جز کو نبوّت نہیں کہا جاسکتا۔ ہر زمانہ میں ہر بستی میں صرف ایک ہی نبی مبعوث ہوتا رہا ہے لیکن اگر نبوّت عامہ کی بناپر ہم نبوّت کا دعویٰ کرنے لگیں تو جگہ جگہ سے انبیاء کا ایک ہجوم پیدا ہو جائیگا۔ جب ایسی صورت حال ہو جائے تو انبیاء تعداد میں زیادہ ہونگے اور غیرانبیا انکے مقابلہ میں بہت کم۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا کیا۔ پھر یہ نور کسی قدر حضرت آدم علیہ السلام میں منتقل کیا گیا، اس کے بعد دیگر انبیاء میں حتیٰ کہ حضور سرور کائنات جب اس دنیا میں تشریف لائے تو آپؐ کی ذات بابرکات میں یہ نور مکمل طور پر ظاہر ہوا۔

قصیدہ تائیہ ابن فارض کے مندرجہ ذیل بیت کا مطلب بیان کرتے ہوئے حضرت نظام الدین چشتی تھانیسریؒ فرماتے ہیں۔

اِنّی وان کنت ابن آدم صورۃً

فلی فیہ معنی شاہدٌ بابوّتی

چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وجودِ خود را بنظر شہود بہ آں حقیقت متحد بیند ناچار گوید۔

اِنّی وانْ کنتُ ابن آدم صُورۃً

بدیں معنی کہ من اگرچہ فرزندِ آدم از روئے صورتِ عنصری

فلی فیہ معنی شاہدٌ بابوتی

پس مرا در آں آدم معنی است کہ آں معنی گواہ است پدری من و آں معنی حقیقت اعیانی آدم است کہ متفرع و متولد از حقیقت محمدی است۔

گفت بصورت ارچہ ز اولادِ آدمم

از روئے مرتبہ بہمہ حال برترم

یعنی جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وجود عنصری کو اپنی حقیقت محمدی کے ساتھ شہود کی نظر سے متحد اور ایک دیکھا تو یوں فرمایا۔

اِنی وان کنت ابن آدم صورۃً

میں اگرچہ عنصری صورت میں آدم علیہ السلام کا فرزند ہوں۔

فلی فیہ معنی شاہدٌ بابوتی

مگر آدم میں ایک چھپی ہوئی بات ہے جو اس بات کی گواہ ہے کہ میں آدم کا باپ ہوں اور وہ چھپی ہوئی بات آدم کی حقیقت اور عین ہے۔ جو حقیقت محمدی سے متفرع اور متولد ہوئی ہے۔ یعنی اگرچہ صورت کے لحاظ سے آدم کی اولاد ہوں لیکن اپنے مرتبہ کے لحاظ سے ہر حال میں سب سے برتر ہوں

مولانا جامیؒ مذکورہ بیت کا مطلب ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

"من (حضور سرورِ کائنات صلعم) اگرچہ بہ حسب صورت حسّی و بدن عنصری خود پسر آدمم کہ ابو البشر است۔ اما مرا از برائے من در وے از روی معنی گواہی است مر پدر بودن

من دیرا واں انتشار ظاہر شدن حقیقت آدم است از حقیقت من وانتشار صورتِ وجودی آدم است از صورت وجودی من چنانچہ گذشت واگر چنانکہ بہ حسب وجودِ عنصری گیرند باں اعتبار تواند بود کہ وے علتِ غائی وجودِ آدم است و علت غائی باعتبار وجود علمی مرتبہ پدریت بسنت با ذوالعنایتہ۔

غرض سطور مذکورہ بالا کی روشنی میں ہم حضور صلعم کو نبی اول و آخر تسلیم کرتے ہیں۔ نیز ہر وہ پیغمبر جو ان سے پہلے ان کے نور سے مبعوث ہوا، اوّل اور آخر ہونے کی صفت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس سے یہ مسئلہ بخوبی حل ہو جاتا ہے کہ حضرت یوسف، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام جنہیں لوگ اپنے زمانے میں نبی آخر الزمان سمجھتے رہے، فی الحقیقت ان کا یہ کہنا غلط نہیں تھا کیونکہ ہر وہ نبی جس کے بدن میں نور محمدی منتقل کیا گیا ہے، نبی اوّل و آخر کی صفت اپنے اندر رکھتا ہے۔ لیکن جب ہم حضور صلعم کو خاتم انبیاء کہتے ہیں تو ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نور نبوت مکمل طور پر آچکا ہے اس کے بعد مزید آنے کی گنجائش باقی نہیں۔ گویا آپؐ مکمل طور پر نبی اوّل و آخر ہیں۔

آنحضرت سے پہلے تمام انبیاء کو نور نبوت اللہ تعالےٰ نے عطا کر دیا تھا۔ لیکن چونکہ یہ نور جزوی طور پر ان کے پاس پہنچا تھا۔ اس لئے ان کے زمانہ میں یہ کہنا غلط تھا کہ اب کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ کیونکہ نور محمدی ہنوز مکمل طور پر ظاہر نہیں ہوا تھا۔ حضور صلعم کی ذاتِ بابرکات کے ساتھ نور محمدی نے مکمل طور پر ظہور کیا۔ اور اس کے بعد یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اب کوئی نبی آئے گا۔

افسوس ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے پوری طرح مقام نبوت نہیں پہچانا۔ ورنہ وہ غیر تشریعی نبوت کا تصور پیش نہ کرتے۔ فی الحقیقت نبوت نام ہے تشریعی نبوت کا۔ غیر تشریعی نبوت کوئی نبوت نہیں۔ ذیل میں ہم فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳ ص۳ سے اقتباس پیش کرتے ہیں تاکہ ابن عربی کا نظریہ ہم پر واضح ہو سکے۔ لکھتے ہیں۔

وہ نبوت جو رسول اللہ صلعم کے ظاہر ہونے سے ختم ہو گئی ہے وہ تشریعی نبوت ہے۔ اس کا دنیا میں کوئی مقام نہیں۔ پس اب کوئی شریعت ایسی نہیں ہو گی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی شریعت کو موقوف کرے اور کوئی شریعت ایسی نہیں ہوگی جو آپؐ کی شریعت میں کوئی حکم زائد کرے۔ اور یہی معنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے ہیں کہ رسالت اور نبوّت ختم ہو چکی ہے۔ پس میرے بعد اب کوئی رسول اور نبی نہیں ہے۔ یعنی کوئی ایسا نبی میرے بعد نہیں جو کسی ایسی شریعت پر قائم ہو جو میری شریعت کے مخالف ہو۔ بلکہ جب کوئی نبی آئے گا تو وہ میری شریعت کے ماتحت ہوگا۔ اور کوئی رسول میرے بعد نہیں ہوگا۔ یعنی کوئی شخص مخلوق اللہ میں ایسا نہیں ہوگا۔ جو کوئی نئی شرع لائے اور اس کی طرف لوگوں کو بلائے۔ یہی وہ چیز ہے جو ختم ہوئی ہے اور جس کا دروازہ بند ہوا ہے۔ نہ نبوت کا مقام بند ہوا ہے۔

اسی ضمن میں مزید فرماتے ہیں "جب عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ نازل ہونگے۔ تو وہ نبوّت مستقلہ کے ساتھ نہیں اتریں گے بلکہ وہ نبوّت مطلقہ والے ولی ہوکر اتریںگے۔ اور یہ وہ نبوّت ہے جس میں محمدی اولیاء بھی انکے ساتھ شریک ہیں"

( فتوحات مکیہ )

گویا ان کے نزدیک نبوّت مخلوقات میں قیامت تک جاری ہے گو کہ شریعت کے لحاظ سے وہ ختم ہو چکی ہے۔ اور شریعت نبوّت کے حصّوں میں سے ایک حصّہ ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالےٰ کا الہام دنیا میں سے بند ہو جائے کیونکہ اگر وہ بند ہو جائے تو دنیا کی روحانی غذا ختم ہو جاتی ہے۔ اور روحانی وجودوں کے زندہ رہنے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا۔

( فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳، ص۸۲ )

پھر وہ فرماتے ہیں۔ نبوت عامہ یعنی جو شریعت سے خالی ہے۔ وہ اس امت کے بڑے لوگوں میں تا قیامت جاری ہے۔ ( فتوحات مکیہ جلد ۲ ص۹۰ سوال ۸۳)

اسی طرح فصوص الحکم میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر رحم فرماکر نبوت عامہ ان میں باقی رکھی۔ یعنی وہ نبوت جس کے ساتھ شریعت نہیں ہوتی۔

(شرح فصوص الحکم فصل حکمۃ قدریہ ص۲۴۲)

حضرت ملا علی قاریؒ (جو گیارہویں صدی ہجری کے شروع میں گذرے ہیں) "موضوعات کبیر" میں تحریر فرماتے ہیں!

"میں کہتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ اگر صاحبزادہ ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اور اسی طرح اگر حضرت عمر بھی نبی ہو جاتے تو دونوں آنحضرت صلعم کے تابعین میں سے ہوتے جس طرح عیسیٰؑ خضرؑ اور حضرت الیاسؑ (کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور سچا نبی ہوتا۔ آیت خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہے کیونکہ خاتم النبیین کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپکی ملت کو منسوخ کرے اور آپؐ کی امت میں سے نہ ہو۔ اسی عقیدہ کی تقویت اس حدیث سے ہوتی ہے کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میرے اتباع کے بغیر انہیں کوئی چارہ نہ ہوتا۔" (موضوعات کبیر ملا علی قاری ۵۸/۵۹)

امام عبدالوہاب شعرانی جو دسویں صدی ہجری میں گذرے ہیں وہ بھی فرماتے ہیں۔

"یاد رکھو کہ نبوت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کلی طور پر بند نہیں ہوئی۔ صرف تشریعی نبوت آپؐ کے بعد بند ہوئی ہے پس حضور صلعم کا یہ قول کہ نہ کوئی نبی ہے۔ نہ کوئی رسول ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ میرے بعد کوئی نئی شریعت نہیں۔ اور یہ قول آپ کا ایسا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ اِذا ھلك كسریٰ فلا كسریٰ بعدہ واذا ھلك قیصر فلا قیصر بعدہ جب کسریٰ ہلاک ہو جائیگا۔ تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائیگا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ حالانکہ اس قیصر کے بعد اور کوئی قیصر نہ ہونے کا مطلب یہ تھا کہ اس شان کا کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۵)

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات کلی طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ نبوت عامہ یا غیر تشریعی نبوت کو اگرچہ نبوت ہی کہا جاتا رہا لیکن اس کا مطلب نبوت ہرگز نہیں بلکہ ولایت سمجھنا چاہیئے خلاصہ۔ اہل لغت اور اہل تفسیر اس بات پر متفق ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے

ہیں۔ اس ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کرتے تھے جب کوئی نبی مرجاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ خلفاء ہوں گے۔" (بخاری کتاب المناقب باب ماذکر عن بنی اسرائیل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی (ترمذی کتاب الرؤیا۔ مسند احمد مرویات انس بن مالک)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا۔ تو عمر بن خطاب ہوتے۔
(ترمذی، کتاب المناقب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے جو موسیٰ کے ساتھ ہارون کی تھی۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم۔ کتاب فضائل الصحابہ)

علاوہ ازیں علامہ زمخشری (۴۶۷ھ۔ ۵۳۸ھ) تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں اگر تم کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی کیسے ہوئے جب کہ حضرت عیسیٰ آخر زمانے میں نازل ہوں گے؟ تو میں کہوں گا کہ آپ کا آخر نبی ہونا اس معنی میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص بھی نبی نہ بنایا جائے گا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدیہ کے پیرو اور آپ کے قبلے کی طرف نماز پڑھنے والے کی حیثیت سے نازل ہوں گے گویا کہ وہ آپ ہی کی امت کے ایک فرد ہیں۔ (جلد ۲۔ ص ۲۱۵) ماخوذ از رسالہ ختم نبوت

حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک نبوت چونکہ نہ وہبی ہے نہ کسبی۔ اس لئے نہ تو یہ کسی کا پیدائشی حق ہے اور نہ کسی کو اسکی جدوجہد کے نتیجہ کے طور پر عطا کی جاتی ہے اس لئے دیگر اکابرین کی طرح حضرت شاہ ولی اللہ بھی ختم نبوت کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں کہ نبوت ختم ہو چکی ہے البتہ ولایت کا سلسلہ تا قیامت رہے گا۔ اور اس مرتبہ کے حامل اللہ تعالےٰ کے صالح اور نیک ترین بندے ہی ہو سکتے ہیں۔